رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۷

تو پاک باش برادر مدار از کس باک

ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتیٰ یغیروا ما بانفسہم

الحکم

ایڈیٹر شیخ یعقوب علی تراب

نمبر ۲ | قادیان دارالامن والامان مورخہ ۱۴ر جنوری سنہ ۱۸۹۹ | جلد ۳

ٹریکٹ سیریز

اس امر کی ضرورت محسوس کیجاتی ہے کہ وقتاً فوقتاً ایسے ٹریکٹ شایع ہوں جن سے حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کے مشن کی تبلیغ ہو اور اسلام کی خوبیاں ظاہر ہوں چنانچہ اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے ہمنے یہ التزام کیا ہے کہ اس سلسلہ میں دلچسپ نظمیں عصمت اسلام اور مہدی مسعود کے مشن کے پیام پر مشتمل ہوں اور جناب مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کے خطبہ اور بعض دیگر لطیف مضامین مشتمل تفسیر آیات یا مشتمل رفع اعتراضات مخالفان اسلام وغیرہ اور حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کی بعض لطیف اور مختصر تقریریں شایع کیجادیں۔ یہ ٹریکٹ چار صفحہ سے آٹھ صفحہ تک ضخامت میں ہوا کریں۔ اور اگر ہمارے احباب ذرا توجہ کریں تو بکثرت شایع ہوجایا کریں۔ اگر سو آدمی بھی اس سلسلہ کے مؤید ہوجائیں اور سو سو ٹریکٹ ۸ؔ فیصدی کے حساب سے خرید لیں تو دس ہزار ٹریکٹ ایک مہینے میں شایع ہو سکتا ہے اور ہم ہفتہ وار اس کے علاوہ ہزار چھاپ کر مفت تقسیم کردیا کریں اور تقسیم کے لئے یہ انتظام کیا جاویگا کہ ہر ایک شہر میں سلسلہ کی ایک خاص تعداد بھیجدی جایا کرے اور وہ تقسیم ہوجایا کرے۔ اسی ٹریکٹ سیریز کے ضمن میں حضرت اقدس سیدنا مرزا صاحب کے اشتہار بھی آجایا کریں گے اور علیحدہ اشتہار حضرت اقدس کو چھپوانا نہ پڑے گا بلکہ اسکو ٹریکٹ سیریز کے نمبر میں چھاپ کر حضرت کی طرف سے تقسیم کردیں۔ اگر ہمارے احباب مل ملا کر اس کام کو کرنا چاہیں تو چنداں مشکل نہیں۔ پوری تعداد درخواستیں جمع ہوجانے پر ہم اس سلسلہ کو شروع کریں گے۔ منیجر الحکم کے نام درخواست ہو۔

حکمت جواہرات سے بہتر ہے (سلیمانؑ)

ایمان والو! اللہ سے ڈرو! اور صادقوں کے ساتھ ہو (القرآن)

مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے محفوظ رہیں۔ (النبی الامی فداہ ابی وامی)

بدبختی، مفلسی اور گناہ کا ماخذ شراب ہے (خلیفہ عمرؓ)

شراب انسان کو شیطان کے ساتھ ملانے کا رستہ ہے (باوازید)

خدا نے ہم کو ایسی طاقتیں دی ہیں جنکے ذریعے سے ہم کامل خوشی کے چشموں تک پہنچ سکتے ہیں۔ (جیفرسن)

منافقت یہہ ہے کہ باطن ظاہر کے خلاف ہو۔ طمع فقر ہے۔ اور بےغرضی غنا۔ (خلیفہ عمرؓ)

خوش رہنے کے دو طریق ہیں۔ یا وسایل آمدنی کو وسیع کرو۔ یا اخراجات کم (فرینکلن)

حضرت داؤد سے ایک شخص نے پوچھا کہ کون شخص سب سے زیادہ بہشت کا مستحق ہے؟ آپ نے فرمایا جو سچ بولتا ہے۔

جب کسی معاملہ میں اپنی غرض ہوتی ہے یا دوسرے کی رعایت منظور ہوتی ہے تو سچائی کا خون ہو جاتا ہے۔

اگر دعا نہ ہوتی تو کوئی انسان خداشناسی کے بارے میں **حق الیقین** تک نہ پہنچ سکتا۔ دعا سے الہام ملتا ہے۔ دعا سے ہم خدا تعالےٰ سے کلام کرتے ہیں۔ جب انسان اخلاص۔ اور توحید اور محبت اور صدق اور صفا کے قدم سے دعا کرتا کرتا فنا کی حالت تک پہنچ جاتا ہے تب وہ **زندہ خدا** اُسپر ظاہر ہوتا ہے جو لوگوں سے پوشیدہ ہے (جناب میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود)

خدا سے صلح کرو۔ یعنی پرہیزگاری سے کام لو۔ آسمان اپنے غیر معمولی حوادث سے ڈرا رہا ہے۔ دنیا بہار لوٹنے انداز کر رہی ہے۔ مبارک وہ

ڈایری حضرت امام الزمان سلمہ الرحمان

تتمہ ۵ر جنوری ۱۸۹۹ء۔ بقیہ تقریر حضرت اقدس سلمہ اللہ

(سوال مولوی قطب الدین) اور روح کا جو تعلق قبور سے بتلایا گیا ہے۔ اُسکی اصلیت کیا ہے؟

(جواب از امام الزمان) اصل بات یہہ ہے کہ جو کچھ ارواح تعلق قبور کے متعلق احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے وہ بالکل صحیح اور درست ہے۔ ہاں یہہ دوسرا امر ہے کہ اُس تعلق کی کیفیت اور کنہہ کیا ہے؟ جس کے معلوم کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ البتہ یہہ ہمارا فرض ہو سکتا ہے کہ ہم ثابت کر دیں کہ اس قسم کا تعلق قبور کے ساتھ ارواح کا ہوتا ہے۔ اور اسمیں کوئی محال عقلی لازم نہیں آتا۔

اور اسکے لئے ہم اللہ تعالےٰ کے قانون قدرت میں ایک نظیر پاتے ہیں۔ درحقیقت یہہ امر اُسی قسم کا ہے۔ جیسے ہم دیکھتے ہیں کہ بعض امور کی سچائی اور حقیقت صرف زبان ہی سے معلوم ہوتی ہے۔ اور اسکو ذرا وسیع کر کے ہم یوں کہتے ہیں کہ **حقایق الاشیاء** کو معلوم کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے مختلف طریقے رکھے ہیں۔ بعض خواص آنکھہ کے ذریعے معلوم ہوتے ہیں۔ اور بعض صداقتوں کا پتہ صرف کان لگاتا ہے۔ اور بعض ایسی ہیں کہ حس مشترک ہی اُن کا سُراغ چلاتا ہے۔ اور کتنی ہی سچائیاں ہیں کہ وہ مرکز قوت یعنے دل سے معلوم ہوتی ہیں۔ غرض اللہ تعالےٰ نے صداقت کے معلوم کرنے کے لئے مختلف طریق اور ذریعے رکھے ہیں۔ مثلاً **مصری** کی ایک ڈلی کو اگر کان پر رکھیں تو وہ اسکا مزہ معلوم نہ کر سکینگے اور نہ اُسکے رنگ کو بتلا سکینگے۔ ایسا ہی اگر آنکھہ کے سامنے کرینگے تو وہ اُسکے ذایقہ کے متعلق کچھہ نہ کہہ سکیگی۔ اس سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ **حقایق الاشیاء** کے معلوم کرنیکے لئے مختلف قوٰے اور طاقتیں ہیں۔ اب آنکھہ کے متعلق اگر کسی چیز کا ذائقہ معلوم کرنا ہو اور وہ آنکھہ کے سامنے پیش ہو تو کیا ہم یہہ کہینگے کہ اس چیز میں کوئی ذایقہ ہی نہیں۔ یا آواز نکلتی ہو۔ اور کان بند کر کے زبان سے وہ کام لینا چاہیں تو کب ممکن ہے۔ آجکل کے فلسفی مزاج لوگوں کو یہہ بڑا دھوکہ لگا ہوا ہے کہ وہ اپنے عدم علم کی وجہہ سے کسی صداقت کا انکار کر بیٹھتے ہیں۔ روزمرہ کے کاموں میں دیکھا جاتا ہے کہ سب کام ایک شخص نہیں کرتا بلکہ جداگانہ خدمتیں مقرر ہیں۔ سقہ پانی لاتا ہے۔ دہوبی کپڑے صاف کرتا ہے۔ باورچی کہانا پکاتا ہے۔ غرضکہ **تقسیم محنت** کا سلسلہ ہم انسان کے خود ساختہ نظام میں پاتے ہیں۔ پس اس اصل کو یاد رکھو کہ **مختلف قوتوں** کے کام ہیں۔ انسان بڑے قوےٰ لیکر آیا ہے۔ اور طرح طرح کی خدمتیں اسکی تکمیل کے لئے ہر ایک قوة کے سپرد ہیں۔ نادان فلسفی ہر بات کا فیصلہ اپنی عقل خام سے چاہتا ہے۔ حالانکہ یہہ بات غلط محض ہے۔ تاریخی امور تو تاریخ ہی سے ثابت ہونگے۔ اور خواص الاشیاء کا تجربہ بدون تجربہ صحیحہ کیونکر لگ سکیگا۔ امور قیاسیہ کا پتہ عقل دیگی۔ اسیطرح پر متفرق طور پر الگ الگ ذرائع ہیں۔ انسان دہوکہ میں مبتلا ہو کر **حقایق الاشیاء** کے معلوم کرنے سے تب ہی محروم ہو جاتا ہے جبکہ وہ ایک ہی چیز کو مختلف امور کی تکمیل کا ذریعہ قرار دے لیتا ہے۔ میں اس اصول کی صداقت پر زیادہ کہنا ضروری نہیں سمجہتا۔ کیونکہ ذرا سے فکر سے یہہ بات خوب سمجہہ میں آجاتی ہے۔ اور روزمرہ ہم ان باتوں کی سچائی کو دیکھتے ہیں۔ پس جب روح جسم سے مفارقت کرتا ہے یا تعلق پکڑتا ہے تو ان باتوں کا فیصلہ عقل سے نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو **فلسفی** اور **حکما** ضلالت میں مبتلا ہوتے۔ اسیطرح پر قبور کے ساتھہ جو تعلق ارواح کا ہوتا ہے یہہ ایک صداقت تو ہے مگر اسکا پتہ دینا اس آنکھہ کا کام نہیں یہہ **کشفی آنکھہ** کا کام ہے کہ وہ دکہلاتی ہے۔ اگر محض عقل سے اس کا پتہ لگانا چاہو تو کوئی عقل کا پُتلا اتنا ہی تبلائے کہ روح کا وجود بہی ہے یا نہیں؟ ہزار اختلاف اس مسئلہ پر موجود ہیں اور ہزار فلاسفر دہریہ مزاج موجود ہیں جو منکر ہیں۔ اگر نری عقل کا یہہ کام تہا تو پہر اختلاف کا کیا کام ہے؟ کیونکہ جب آنکھہ کا کام دیکھنا ہے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ زید کی آنکھہ تو **سفید چیز** کو دیکھے اور بکر کی ویسی ہی آنکھہ اُس **سفید چیز** کا ذائقہ تبلاوے۔ میرا مطلب یہہ ہے کہ نری عقل روح کا وجود بہی یقینی طور پر نہیں تبلا سکتی۔ چہ جائیکہ اُس کی کیفیت اور تعلقات کا علم پیدا کر سکے۔ فلاسفر تو روح کو ایک سبز لکڑی کی طرح مانتے ہیں اور روح فی الخارج اُن کے نزدیک کوئی چیز ہی نہیں۔ یہہ **تفاسیر** روح کے وجود اور اُسکے تعلق وغیرہ کی **چشمہ نبوت** سے ملی ہیں۔ اور نرے عقل والے تو دعوےٰ ہی نہیں کر سکتے اگر کہو کہ بعض فلاسفروں نے کچھہ لکہا ہے تو یاد رکہو کہ اُنہوں نے منقولی طور پر **چشمہ نبوت** سے کچھہ لیکر کہا ہے۔ پس جب یہہ بات ثابت ہو گئی کہ روح کے متعلق علوم چشمہ نبوت سے ملتے ہیں

تو یہہ امر کہ ارواح کا قبور کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔ اُسی چشم سے دیکھنا چاہئیے اور کشفی آنکھ نے بتلایا ہے کہ اس تودہ خاک سے روح کا ایک تعلق ہوتا ہے اور السلام علیکم یا اھل القبور کہنے سے جواب ملتا ہے۔ پس جو آدمی اُن قویٰ سے کام لے جن سے کشف قبور ہو سکتا ہے وہ اُن تعلقات کو دیکھہ سکتا ہے۔

ہم ایک بات مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ ایک نمک کی ڈلی اور ایک مصری کی ڈلی رکھی ہو۔ اب عقل محض اُن پر کیا فتویٰ دے سکیگی۔ ہاں! اگر اُن کو چکھینگے تو دو جداگانہ مزوں سے معلوم ہو جاویگا کہ یہہ نمک ہے اور وہ مصری ہے لیکن اگر حس لسان ہی نہیں تو نمکین اور شیرین کا فیصلہ کوئی کیا کریگا؟ پس ہمارا کام صرف دلایل سے سمجھا دینا ہے آفتاب کے چڑھنے میں جیسے ایک اندھے کے انکار سے فرق نہیں آ سکتا اور ایک مسلوب القوۃ کے طریق استدلال سے فائدہ نہ اُٹھا لینے سے اُس کا ابطال نہیں ہو سکتا اسی طرح پر اگر کوئی شخص کشفی آنکھ نہیں رکھتا تو وہ اُس تعلق ارواح کو کیونکر دیکھہ سکتا ہے؟ پس اُسکے انکار سے محض اسلئے کہ وہ دیکھہ نہیں سکتا۔ اُسکا انکار جایز نہیں ہے۔ ایسی باتوں کا پتہ نری عقل اور قیاس سے کچھہ نہیں لگتا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلیئے انسان کو مختلف قوتیں دیئے ہیں۔ اگر ایک ہی سب کام دیتا تو پھر اسقدر قوتوں کے عطا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ بعض کا تعلق آنکھہ سے ہے اور بعض کا کان سے۔ بعض زبان سے متعلق ہیں۔ اور بعض ناک سے۔ مختلف قسم کی حسیں انسان رکھتا ہے۔ قبور کے ساتھہ تعلق ارواح کے دیکھنے کے لیئے کشفی قوت اور حس کی ضرورت ہے۔ اگر کوئی کہے کہ یہہ ٹھیک نہیں ہے تو وہ غلط کہتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی ایک کثیر تعداد کروڑہا اولیاء و صلحاء کا سلسلہ دنیا میں گذرا ہے اور مجاہدات کرنے والے بیشمار لوگ ہو گذرے ہیں۔ اور وہ سب اس امر کی زندہ شہادت ہیں۔ گو اُسکی ہمیت اور تعلقات کی وجہہ عقلی طور پر ہم معلوم کر سکیں یا نہ۔ مگر نفس تعلق سے انکار نہیں ہو سکتا۔ غرض کشفی دلایل ان ساری باتوں کا فیصلہ کئے دیتے ہیں کان اگر دیکھہ نہ سکیں تو اُن کا کیا قصور؟ وہ اور قوت کا کام ہے ہم اپنے ذاتی تجربہ سے گواہ ہیں کہ روح کا تعلق قبر کے ساتھہ ضرور ہوتا ہے۔ انسان میت سے کلام کر سکتا ہے۔ روح کا تعلق آسمان سے بھی ہوتا ہے جہاں اُسکے لیئے ایک مقام ملتا ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ یہہ ایک ثابت شدہ صداقت ہے۔ ہندوؤں کی کتابوں میں بھی اسکی گواہی موجود ہے یہہ مسئلہ عام طور پر مسلم مسئلہ ہے بجز اُس فرقہ کے جو نفی بقائے روح کرتا ہے۔ اور یہہ امر کہ کس جگہہ تعلق ہے یہ کشفی قوت خود ہی بتلا دیگی۔ جیالوجسٹ (عالم علم طبقات الارض) بتلا دیتے ہیں کہ یہاں فلاں دہات ہے۔ اور وہاں فلاں کان ہے۔ دیکھو اُن میں یہہ ایک قوت ہوتی ہے جو اُنہی امور بتلا دیتی ہے پس یہہ بات ایک سچی بات ہے کہ ارواح کا تعلق قبور سے ضرور ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اہل کشف توجہہ سے میت کے ساتھہ کلام بھی کر سکتے ہیں۔ اور اوہام اور اعتراضوں کا سلسلہ تو ایسا لمبا ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتا۔

دلچسپ چٹھیاں

ایک شیعہ سے خط و کتابت

(نمبر ۱)

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

اور اہلبیت میں سے اس لفظ کے متعلق ابن عباسؓ سے یوں مروی ہے عن بن عباس رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من رای من امرہ شیئا یکرمہ فلیصبر علیہ فانہ من فارق الجماعۃ شبرا فمات الامات میتۃ جاھلیۃ دیکھو قسطلانی جلد ۱ صفحہ ۲۰۳۔

وعن مسروق قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا یحل دم امرء مسلم یشھد ان لا الہ الا اللہ و انی رسول اللہ الا باحدی ثلاث النفس بالنفس والثیب الزانی والمارق من الدین التارک الجماعۃ

ان احادیث صحیحہ سے صاف معلوم ہوتا ہے جو شخص سرور عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع اور آپ کے قوانین کا پابند ہو اور وہ اس جماعت کا ساتھہ دیوے جسکی نسبت اللہ کریم نے فرمایا ہے فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ وہ اہلسنت والجماعۃ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی چونکہ اپنے پاک اقوال پر عمل کرنے والے تھے۔ اور سنت الٰہیہ کے سچے پابند تھے (جسکا ذکر سنۃ اللہ میں ہے) اور ایک عظیم الشان جماعت مومنین و مسلمین کے پاک سردار تھے۔ اور وہ جماعت آپکی بھی وہ جماعت تھی جسکا ذکر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ جلشانہ نے فرمایا ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم الی الآخرۃ۔

پس جناب سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اہلسنت والجماعۃ تھے اور ضرور تھے۔ اور اُس دن سے تھے جس دن سے السنۃ کے اہل اور ایک جماعت کے سردار ہوئے۔ یعنی صاحب ہوئے۔ بات مشکل ہے تو اُس قوم کو ہے جس نے اپنا نام خلاف قرآن اور حدیث کے شیعہ رکھہ لیا ہے کیونکہ اگرچہ یہہ لفظ قرآن کریم میں کہیں اچھے معنوں میں آیا ہے۔ جیسے وان من شیعتہ لابراھیم میں۔ مگر اچھے معنوں میں نہیں آیا۔ غور کرو۔ اللہ کریم فرماتا ہے ثم لننزعن من کل شیعۃ ایھم اشد علی الرحمن عتیا۔ اور فرماتا ہے ان الذین فرقوا دینھم وکانوا شیعا لست منھم فی شیء اور پھر فرماتا ہے ان فرعون علا فی الارض وجعل اھلھا شیعا

پس اس پاک لفظ کو چھوڑ کر جس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ جہاں فرمایا سماکم المسلمین کوئی اور لفظ اپنے لئے مقرر کر لینا جسکا ثبوت اہل اسلام کے لیئے قرآن میں موجود نہیں۔ نہ تصریحاً نہ کنایتہً۔ اور پھر کسی دوسرے پر اعتراض کرنا کیسی غلطی ہے پس خواہ مخواہ وقت کو ضایع مت کرو۔

سوال دوم

خلافت جناب رسالتمآب امور دینی سے ہے یا دنیوی سے ہے؟

جواب

انبیاء علیہم السلام ہمارے دنیا و دین دونوں کی صلاح کے لیئے دنیا میں تشریف لاتے ہیں۔ اور آپ کے جانشین خلیفۃ الآخذ بھی رضوان اللہ علیہم چونکہ اُس پاک جماعت کی قایم مقام ہوتے ہیں اسلئے وہ بھی ہمارے دین و دنیا دونوں کی صلاح فرمایا کرتے ہیں اللہ کریم فرماتا ہے انا لننصر رسلنا والذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا۔ مگر حیرت ہے کہ اس سوال کا فائدہ کیا ہوا؟

سوال سوم

احادیث ذیل میں علماء اہل السنن کی کیا مراد ہے۔ حدیث الثقلین حدیث سفینہ۔ حدیث من کنت مولاہ۔ حدیث منزلتہ حدیث الثقلین میں تمسک و حدیث سفینہ سے کیا یہی مراد ہے کہ اصول و فروع میں انکے اعمال کہیں حجت نہ سمجھے جائیں سوائے ان کے خاص علی مرتضےٰ کے لیئے انا مدینۃ العلم وعلی بابھا ارشاد فیض بنیاد جناب پیغمبر صلعم ہے باوجود اسکے ان کے اقوال بلا اصول راوی غیر معتبر سمجھے گئے ہیں کیا باعث ہے؟

جواب

علمائے تسنن تبع صحابہ کرام اور تابعین عظام اور تبع تابعین علیھم الرضوان

و اسلام اور ائمہ اربع ابوحنیفہ۔ مالک۔ شافعی۔ احمد حنبل۔ اور امام بخاری مسلم و امثالہم۔ ان علمائے سنت کے اعلیٰ طبقہ حدیث و فقہ میں سے ہم نے غور کی ہے تو کہیں نہیں پایا کہ انہوں نے ان الفاظ سے کسی حدیث کو معنون کیا ہو۔ فقہ اکبر امام رحمۃ اللہ علیہ۔ موطا امام مالک رحمۃ اللہ کی مسند امام کی مسند احمد بن حنبل رحمۃ اللہ۔ بلکہ کتب امام ابو یوسف موجود ہیں۔ صحیح بخاری اور مسلم ہمارے پاس موجود ہیں۔ پھر فقہ میں ہدایہ کتاب الروض موجود ہیں۔ انمیں بھی نہیں۔ پھر اسکا کیونکر جواب دیا جاوے کیونکہ جب آپ کے اصول سوال نادارد ہیں تو فروع پر کیا بحث کیجاوے

ثقلین کا لفظ قرآن کریم میں موجود ہے جیسے سورہ رحمٰن پر آیا ہے ایہا الثقلان۔ مگر وہاں جن اور انس مراد ہے۔ اور وہ دونوں علی العموم تمسک کے نا بت نہیں۔ بعض احادیث میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کو بھی ثقلین فرمایا ہے۔ مگر جیسے گذرا۔ اہل السنۃ قرآن اور حدیث کو بصدق دل مانتے ہیں۔ اگر ثقلین کے کوئی اور معنے ہیں تو گول مول بات کہنا مناسب نہیں کھول کر سنایا چاہیے۔ بعض اہل تشیع ثقلین میں اہلبیت کو شامل کرتے ہیں۔ مگر اہل السنۃ کو اس سے کیا رنج ہے۔ تمام اہلبیت اہل السنۃ والجماعۃ کے نور بصر ہیں۔ مشکل ہے تو اہل شیعہ کو۔ کیونکہ وہ اہلبیت سے کھلی عداوت رکھتے ہیں۔ غور کریں اہلبیت رسول اللہ میں بیبیاں امہات المومنین اصل طور پر شامل ہیں۔ مگر ان کا ادب میں جو کچھ خصوصاً عائشہ صدیقہ و حفصہ کے حق میں شیعوں کا اعتقاد ہے ناگفتہ بہ ہے

محمد بن حنیفہ۔ یحییٰ بن زید بن علی۔ ابراہیم بن موسےٰ کاظم۔ حسن بن حسن مثنےٰ۔ عبداللہ بن حسن۔ محمد ملقب بنفس زکیہ۔ ابراہیم بن عبداللہ۔ زکریا بن محمد باقر۔ محمد بن عبداللہ بن الحسین بن الحسن۔ محمد بن قاسم بن حسن۔ یحییٰ بن عمر۔ ان سب بزرگان اہلبیت میں کاذب دعاوی امامت اور جھوٹا یقین کرتے ہیں۔ یہ عترت ثقلین ہے۔ پس اس تمام کشتی میں کیسے سوار ہیں؟

عباسی خلفائے اہلبیت سے ہیں انکو برا کہتے ہیں۔

حضرت زید بن علی رضی اللہ عنہ کو دعوے امامت میں صادق نہیں جانتے۔

جناب صادق علیہ السلام کی تمام اولاد کو اپنے دعاوی میں سچا نہیں مانتے

ایسا ہی سفینہ سے مراد اگر اہلبیت کرام ہیں۔ تو اہل سنت بوجہ احسن اس کشتی میں سوار ہیں۔ کسی ایک کو اہل بیت سے برا نہیں جانتے۔ بیبیاں ہوں یا عباسی اولاد علی ہوں یا اولاد عثمان رضی اللہ عنہ۔ جناب علی المرتضےٰ داماد سرور انبیاء۔ تو اہل سنت کے نزدیک وہ شخص ہیں۔ جنکی محبت کو وہ ایمان یقین جانتے ہیں۔ ان کے باب العلم ہونے میں اہل السنن کو کیا تامل ہو سکتا ہے۔ تمام کتب احادیث ان کے اقوال اور روایات سے پر ہیں۔ اور انتخابات اہل السنۃ برابر علوم نبویہ لیتے ہیں مگر کلمہ حصر آنمیں کوئی نہیں۔ اور نہ ایسے معنے اپنا صحیح ہیں کیونکہ اگر حضرت علی رضی اللہ ہی باب ہوں تو تمام وہ مسایل جو ان کے علاوہ ائمہ اہلبیت سے کتب احادیث شیعہ میں موجود ہیں۔ باطل ہوتی ہیں۔ علی مرتضےٰ رضی اللہ کے اقوال اگر ان کی جناب سے ثابت ہو جاویں تو کسی ماننے کے قبول کی ہرگز حاجت نہیں۔ اور یہ غلط ہے کہ آنجناب کی روایت بدون منقول راوی غیر معتبر ہے۔

سوال چہارم

دلائل نصوص استحقاق خلافت حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ کیا حضرت علی سے زیادہ ہیں؟ کتب معتبرہ سے بیان ہو۔

جواب

ابوبکر کی خلافت کی دلیل تو یہ ہے کہ اللہ کریم نے اسکو وہ تایید اور نصرت دی کہ وہ خلیفہ ہو گیا۔ اور جناب امیر علیہ السلام نے یا کبھی اہل بیت نے انکا مقابلہ نکیا۔ اللہ کریم کا اپنا کام ہے کہ کسی کو خلیفہ بنا دے۔ بندوں کے خلیفہ بنانے سے کوئی خلیفہ نہیں بنتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسیکو خلیفہ بنا دینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ سو جس کو اسنے چاہا اور خلیفہ بنانا تھا اسے بنا دیا ہمارے یا کسی اور کے دلایل کی کوئی حاجت نہیں۔ خلیفہ ہونے والے خلیفہ ہو چکے۔ اگر اب کوئی اذان میں یا کلمہ طیبہ کے ساتھ کہدے کہ خلیفہ بلا فصل علی المرتضےٰ تھے۔ تو وہ خود ہی انصاف اور غور کرے کہ اسکا قول واقعات کے لحاظ سے کہاں تک صحیح ہے کوئی شخص دلایل سے نہیں بلکہ اللہ تعالےٰ کے بنانے سے خلیفہ بنتا ہے۔ دلایل صحیحہ اور قویہ سے کوئی کسیکو خلیفہ بنا نہیں سکتا۔ اور نہ بدون تائیدات الہیہ کوئی خلیفہ بن سکتا ہے دلایل سے کسیکو خلیفہ بنانا میری سمجھ میں نہیں آتا۔ مثلاً اب کوئی شخص دلایل قویہ سے حضرت علی المرتضےٰ علیہ السلام کو خلیفہ بلا فصل ثابت کرے تو کیا وہ ان کو خلیفہ بنا لیگا؟ نہیں اور ہرگز نہیں۔

سوال پنجم

قصہ فدک میں غصب حقوق اہلبیت علیہم السلام و غضبناک ہونا حضرت بضعۃ رسول صلوات اللہ علیہ و سلامہ علیہا میں کیا فرماتے ہیں؟

جواب

فدک وہی جسکا ذکر سورہ حشر میں ہے۔ یہ باغ بحکم آیات الٰہیہ کسی ایک کا مال نہیں ہو سکتا۔ بلکہ وہ اللہ۔ اور رسول اور ذوی القربیٰ اور یتامیٰ۔ اور مساکین اور ابناء السبیل اور مہاجرین کے لئے تہا اور پہر صرف ان ہی کے لئے جو پہلے اخوان کے حق میں دعا کرتے اور تبرہ بازی نہیں کرتے۔ غور کرو ان آیات الٰہیہ میں ما افاء اللہ علی رسولہ من اہل القریٰ فللہ وللرسول ولذی القربیٰ والیتمیٰ والمساکین وابن السبیل کیلا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم وما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہکم عنہ فانتہوا واتقوا اللہ ان اللہ شدید العقاب للفقراء المہاجرین الذین اخرجوا من دیارہم واموالہم یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا وینصرون اللہ ورسولہ اولٰئک ہم الصادقون والذین تبوؤ الدار والایمان من قبلہم یحبون من ہاجر الیہم ولا یجدون فی صدورہم حاجۃ مما اوتوا ویوثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ ومن یوق شح نفسہ فاولٰئک ہم المفلحون۔ والذین جاؤا من بعدہم یقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان ولا تجعل فی قلوبنا غلا للذین آمنوا ربنا انک رؤف الرحیم۔ اور یہی بات ہے جس کے باعث جناب امیر علیہ السلام نے اپنی خلافت کے وقت یہ بستیاں جناب بتول کے ورثہ کی کسیکو نہیں دیں۔ نیز ازواج مطہرات اور عباس رضی اللہ عنہ اور بتول رضی اللہ تعالےٰ عنہا کو بطور وراثت یہ باغ مل نہیں سکتا تہا۔ ہاں جناب بتول نے دعوے فدک کر کے لوگوں پر یہ امر ضرور ظاہر فرمایا ہے کہ ابوبکر بالکل حق پرست اور ان کے باپ کے جانشین تہے۔ اسبات کو ظاہر کرنے کے لئے پہلے دعویٰ کیا۔ پہر بظاہر ناراضی بہی ظاہر فرمائی کہ آیا ابوبکر لحاظ داری کرتا ہے یا حق پرستی کرتا ہے۔ یہ معاملہ ٹھیک ایسا ہی تہا۔ جیسا جناب عائشہ صدیقہ بمقابلہ جناب امیر علیہ السلام کوفہ کیطرف تشریف لیگئی تہیں تو جناب امیر علیہ السلام نے عمار بن یاسر کو کوفہ روانہ کیا کہ لوگوں کو سمجہاویں۔ انہا زوجۃ نبیکم فی الدنیا والاخرۃ ولکن اللہ ابتلاکم لیعلم ایاہ تطیعون ام ہی۔ (دیکہو بخاری کتاب الفتن) کیا معنے؟ عائشہ تمہارے نبی کریم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی بی بی دنیا اور آخرۃ میں ہے۔ مگر اسکا یہاں تشریف لانا [illegible] ہے کہ اس ابتلا میں تم حق کے تابع ہو یا لحاظ داری کرتے ہو۔ پس آخر ثابت ہو جاوے کہ جناب بتول ناراض ہوئیں تو یاد رکہو

کردی ظاہر نہیں ہوگی ہے۔ اور وہ تبرک کے لئے ہے ورنہ کیا وہ جانتی نہ تہیں کہ قرآن کریم میں اللہ کریم فرماتا ہے۔ السابقون الاولون من المہاجرین والانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ۔ پس بتول کو بحکم قرآن مہاجر وانصار کا اتباع چاہیئے تہا۔ اور ظاہر ہے کہ مہاجر اور انصار تو سب ابوبکرؓ کی اطاعت میں تھے پھر کوئی مسلمان کسطرح کہہ سکتا ہے کہ رسول کی بیٹی خلاف حکم الٰہی اس اطاعت سے باہر ہوگئیں۔

حضرت بتول کی طرف سے بہی ایک عذر معقول ممکن ہے جس کی نظیر جناب علی کے قول و فعل سے پائی جاتی ہے

سوال ششم

مسئلہ قرطاس میں قول حضرت عمرؓ حسبنا کتاب اللہ کے معنے میں جناب ختمی مآب سے سو ادب واقع ہوئی یا نہ؟

جواب

خود اہلبیت نے کاغذ کے لکھنے سے مضایقہ کیا تہا اور جناب عمرؓ کو چونکہ اہلبیت سے محبت اور اخلاص و پیار تہا۔ ان کا ساتھ دیا۔ دیکھو بخاری کتاب المرضی والطب۔ باب قول المریض قوموا عنی۔ عن ابن عباسؓ قال لما حضر رسول اللہ صلعم وفی البیت رجال فیھم عمر بن الخطاب فقال النبی صلعم ھلموا اکتب لکم کتابا لن تضلوا بعدہ۔ فقال عمر ان رسول صلعم قد غلب علیہ الوجع وعندکم القرآن حسبنا کتاب اللہ فاختلف اھل البیت واختلفوا فمنھم من یقول قربوا یکتب لکم کتابا لا تضلوا بعدہ ومنھم من یقول ما قال عمرؓ اور اس میں وجہ یہہ تہی کہ جناب سرور عالم نے ابوبکر کے لئے تحریر کا انتظام اس سے پہلے اختیار فرمایا تہا۔ لقد ھممت او اردت ان ارسل الی ابی بکر وابنہ فاعھد ان یقول القائلون او یتمنی المتمنون ثم قلت یابی اللہ ویدفع المؤمنون۔ دیکھو بخاری جلد رابع صفحہ ۲۰۲ کتاب الاحکام باب الاستخلاف

اسی طرح جناب عباسؓ کو جناب علیؓ پہلے منع فرما چکے تہے دیکھو بخاری باب مرض النبی صلعم۔ حضرت عباس جناب امیر کو فرماتے ہیں اذھب بنا الی رسول اللہ صلعم فلنسألہ فیمن ھذا الامر ان کان فینا علمنا ذلک وان کان فی غیرنا علمناہ فاوصی بنا فقال علی انا واللہ لئن سألناھا رسول صلعم فمنعناھا لا یعطیناھا الناس بعدہ وانی واللہ لا اسألھا رسول اللہ صلعم۔ تو پس سے ثابت ہے حضرت عمرؓ کا قول ... پرہی تہا کہ رسول کریم صلعم نے آئندہ ... تا ... سے کہ

اور لن تضلوا کہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور حضرت عمرؓ تاڑ گئے کہ قرآن پر عمل کی تاکید فرماتے ہیں کیونکہ قرآن کریم ہی ضلال اور گمراہی سے بچانے والا ہے جیسے فرمایا مولیٰ کریم نے یبین اللہ لکم ان تضلوا اللہ بیان فرماتا ہے کہ گمراہ نہ ہو جاؤ۔ پس حضرت عمر نے آپ کا ارادہ سمجھکر اصل منشا کی تصدیق کردی کہ حسبنا کتاب اللہ اور یہہ فرمانا عمر کا قرآن مجید کے مطابق تہا جیسے فرمایا اللہ تعالےٰ نے اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب تتلی علیھم۔ اسی واسطے نبی کریم نے آئندہ سکوت فرمایا اور جناب امیر علیہ السلام اور جناب عباس سب خاموش ہو گئے اگر یہہ امر نہ ہوتا تو جناب علی یا حضرت عباس عمر کو دیکھتے دیکھتے لکھا لیتے۔ اور لکھوا لیتے۔ پس بات یہہ تہی جس پر سب نے سکوت فرمایا۔ گو بعض نا اہلوں کے لئے حسب فرمان ابن عباس رزیۃ کل الرزیۃ ہو۔

سوال ہفتم

احراق قرآن اور تصرف بیت المال حضرت عثمان ...

جواب

عثمان رضی اللہ عنہ انسان تہے نبی معصوم نہ تہے۔ ان صحابہ کرام کے حق میں اللہ کریم فرماتا ہے لا کفرن عنھم سیاٰتھم۔ پہر جنکی سیئات اور خطاؤں کو خدا تعالےٰ معاف کرانے کا ذمہ وار ہے اُن پر طعن کرنے والا اللہ تعالےٰ سے لڑائی کرے۔ پہر یہہ بات بہی غلط ہے کہ عثمان نے قرآن کو جلایا۔ بلکہ اُنہوں نے تو قرآن کی بہت خدمت کی۔ چنانچہ اب تک اُن کو جامع القرآن کہا جاتا ہے۔ قرآن کی حفاظت اللہ تعالےٰ کا کام ہے پہر اللہ تعالےٰ کی محفوظ چیز کو کون جلا سکتا۔ یہہ مفتریات ہیں اور بس۔ بیت المال پر تصرف خلیفہ کا کام ہے پہر جب مصلحت اُسنے بیت المال کو خرچ کیا تو کیا مضایقہ کیا کوئی مخالف عثمان کہہ سکتا ہے کہ جناب علی نے اس بارہ میں عثمان سے مطالبہ یا استفسار کیا اگر علی نے نہیں کیا تو آج کون ہے جو نکتہ چینیاں اور طعن کرتا ہے

سوال ہشتم

مسئلہ لفظ حریر جو کتب احناف میں موجود ہے کیا باعث ہے؟

جواب

یہہ ایک لمبا سوال ہے جسکے پوچھنے میں ایک بازاری لچا بہی ... سے مضایقہ کرتا ہے۔ نعوذ باللہ ... ایسا ... نتیجہ نکل سکتا ہے ملت حنفیہ اور ایسا

خیر وسعادت کی فلاسفی

اس بات کے بیان میں کہ خیر وسعادت کیا چیز ہے جسکو نیک انسان اپنی ذات کا اصلی مقصود سمجھتا ہے

دانشمند لوگ اور روشن رائے فرزانہ اپنے متواتر تجربوں کی بنا پر اس امر کو ایک کلیہ قاعدہ سمجھتے ہیں کہ ہر ایک فعل سے ایک غرض ہوتی ہے۔ اور ہر ایک کام کی ایک غایت پس نفس انسانی کے کمال کے لئے بہی ایک خاص غرض ہے اور بڑی چھان بین سے ثابت ہوا ہے کہ اُس کے کمال سے اُس کی سعادت غرض ہے اور یہہ بات بہی ضروری ہے کہ اُسکو سعادت کے حاصل کرنے سے خیر بہی میسر ہو جاتی ہے۔ اسصورت میں یہہ امر قرین مصلحت ہے کہ پہلے خیر وسعادت کی فلاسفی پر گفتگو کیجاوے۔ تاکہ اُس کی واقفیت سے اسکے حاصل کرنے کی کوشش اور سعی کی جاوے۔ اور اُس کے موانع سے احتراز کیا جاوے۔

پرانے زمانہ کے ایک نامی گرامی حکیم ارسطاطالیس نے جو ہمارے زمانہ کی نسبت دو ہزار دو سو ستر برس پہلے ہو گذرا ہے۔ اپنی کتاب مقولات عشر نام کا آغاز جو علم اخلاق کے باب میں ہے ایسی عمدہ بحث سے کیا ہے ہمارے عہد کے مشہور حکما میں سے اکثروں مثل طامسن جیکب وغیرہ نے اس مشہور و معروف فیلسوف کی صائب رائے کو قابل تسلیم اور پذیرائی کے لائق تصور کیا ہے۔ بلکہ مذکورہ رائے کو پسند کر کے اوسپر اور عمدہ عمدہ دلائل لکھی ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ دانشمندی کا شیوہ اور زیرکی کا تقاضا اسی امر پر موقوف ہے کہ ہر ایک امر کا آخر یا انجام کا اول فکر ہو۔ اور فکر کا آخر عمل کا اول۔ جیسا کہ ہر ایک صنعت اور فن میں یہی دستور ہے۔ چنانچہ بڑھئی جب تک کہ میز یا چوکی کے فائدے کو خیال میں نہیں لاتا۔ اُسوقت تک اپنے فکر کو عمل کی حالت میں نہیں لاتا اسی گولڈن رول پر شیراز کا ایک مشہور حکیم سعدی جو علم اخلاق گرامی قدر تصنیفات کا مصنف ہے کہتا ہے۔ اے مرد آخر بین مبارک بندہ ایست۔ ہم اُسی بڑھئی کے عمل کی طرف رجوع کر کے کہتے ہیں کہ یہہ امر تجربہ کی محک پر کامل العیار ثابت ہو چکا ہے

کہ جب تک اسکا عمل انجام کو نہیں پہنچتا۔ چوکی یا میز کا فائدہ جو کاریگر کا فکر ہے۔ اول ظہور پذیر نہیں ہوتا چنانچہ اس دلیل کو قایم کرکے۔ اور پرانے زمانہ کے حکیم کی رائے سے مطابقت کرکے ہم کہتے ہیں کہ اسی طرح سے دانشمند انسان تا وقتیکہ خیر و سعادت کا تصور جو نفس انسانی کے کمال کے نتیجے ہیں۔ اپنے ذہن میں نہیں کرتا۔ اُسکے حاصل کرنے میں دلسوزی کو کام میں نہیں لا سکتا اور سچ ہے کہ جب تک ان اخلاق کو حاصل نکیا جاوے خیر و سعادت کا حاصل کرنا محال بلکہ ناممکن کے قریب ہے۔

ہر چند ایک فیلسوف **فرفوریوس** نام جو اس زمانہ کی نسبت ایکہزار چھ سو چالیس سال پیشتر اس غدار دنیا پر تھا۔ ارسطاطالیس کی رائے سے مخالفت کرتا ہے مگر زمانہ حال کے فیلسوفوں **اسٹریلی** وغیرہ نے بدلایل اس مخالفت کی تطبیق دی۔ اور اس باب میں **فرفوریوس** کے انتخاب کو جو کہ نے اکثر نامی گرامی حکیموں کی تجربہ کاریوں سے کیا ہے معتبر سمجھا ہے۔ چنانچہ اس گروہ کی تحقیقات سے جو بہت سرگرمی اور دلسوزی سے کی گئی ہے۔ یہہ نتیجہ نکلتا ہے کہ **خیر** چار قسم پر ہے۔

اولاً خیر شریف:۔ اور اس سے یہہ مراد ہے کہ اسکو ذاتی شرف بذاتہ حاصل ہو۔ اور اور خیر اسی خیر شریف کی باعث اُسکو حاصل ہوں۔ اور اور خیر سے اس مقام پر عقل اور حکمت سے مراد ہے۔

ثانیاً خیر ممدوح:۔ اس سے یہہ غرض ہے کہ جسکے حاصل ہونیسے شخص موصوف ستایش و تعریف کے قابل ہوتا ہے پرانے اور نئے زمانے کے حکیموں نے اس امر کو بھی تسلیم کیا ہے کہ یہہ چار فضیلتیں ہیں۔ حکمت۔ شجاعت۔ عفت عدالت۔ اور **خیر ممدوح** ان چار عناصر کا گویا نتیجہ یا روح ہے۔

ثالثاً۔ خیر بالقوہ:۔ اس سے یہہ مراد لی گئی ہے کہ کمال کے اکتساب حصول میں قابلیت اور استعداد رکھتا ہو

رابعاً خیر نافع:۔ اس سے تین امر مندرجہ حاشیہ مراد ہیں

۱۔ تونگری ۲۔ قوت ۳۔ شوکت	اسمیں بھی کچھہ شبہہ نہیں کہ متاخرین میں سے بعض دانشمندوں نے خیر کی تقسیم دو طور پر کی ہے اول **خیر تام**۔ دوم **خیر غیر تام**

خیر تام اُنکے نزدیک وہ ہے جب کسی کو حاصل ہو تو اسمیں زیادتی متصور نہو۔ جیسا کہ اپنے پروردگار کی رضا اور مشیت پر رہنا جس سے زیادہ کوئی امر فوقیت نہیں رکھتا۔ اور **غیر تام خیر وہ ہے** کہ وہ حاصل ہوکر دوسری خیر کا وسیلہ ہو۔ چنانچہ بدن کی صحت اور مرض کا دور کرنا۔ اور مال کا موجود ہونا جس سے **جسمانی** اور **روحانی** فضیلتوں کا حاصل کرنا مقصود ہے۔ بہرحال یہہ تقسیم بھی پسند کے قابل ہے۔

جہانتک تحقیقات کے سلسلے کو طول دیا جاتا ہے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر زمانہ میں فیلسوفوں کو **سعادت** کی تحقیق و تدقیق میں بہت کچھہ اختلاف ہے۔ بحث کے قابل اس عالی دماغ گروہ کے نزدیک یہہ امر ہے کہ آیا **سعادت تام** انسان کو اُسکے ایام حیات میں میسر ہوتی ہے یا بعد نیست و نابود ہونے اُسکے جسم فانی کے ملتی ہے۔ چنانچہ جن زیرک فیلسوفوں نے سعادت کو **نفسانی فضایل** پر موقوف رکھا ہے وہ یوں کہتے ہیں کہ نفس ناطقہ یا **انسانی روح** کو جب تک کہ بدن سے تعلق ہے۔ جسمانی امور یعنی کہانے پینے سے اُسکو چارہ نہیں۔ اور اس حالت میں اُسکو اس وجہہ سے کہ **حقایق الاشیاء** کے معلوم کرنے اور معلوم کرلنے سے ایک پردہ حایل رہتا ہے **سعید مطلق** نہیں کہہ سکتے۔ اور جب بدن سے مفارقت کرلیتا ہے تب **جسمانی کدورت** سے فارغ ہوکر الٰہی انوار کے قابل ہوجاتا ہے۔ اسوقت اس عظیم مرتبہ کے لائق اور قابل ہوجاتا ہے۔ کہ اُسپر **عقل یا عقیل** کا نام استعمال میں لاویں۔ اور بیشک اُسکو سعید مطلق بھی کہینگے نہیں تو سعید مطلق نہیں کہہ سکتے۔ مگر پرانے زمانے کے فیلسوفوں کا ایک مشہور گروہ یعنی **ارسطاطالیس** **فیثاغورث** اور **سقراط** اور خصوصاً **پلیٹو** (افلاطون) کہتا ہے کہ یہہ امر دقیق فکر اور خورده دان عقل کے نزدیک بہت ناپسند ہے کہ انسان اس **فانی جہان** میں جو **غیر فانی جہان** کا نمونہ ہے طرح طرح کے فضایل اور **علمی و عملی کمالات** سے موصوف ہوکر **ناقص کہلائے۔ اور خالی رہے**!! آیا ہوسکتا ہے کہ یہہ خاکی پتلا خاک میں مل جاوے۔ تب یہہ حسنہ افعال اور حمیدہ اعمال اُس سے منقطع ہو جاویں!۔ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا۔ بلکہ صحیح امر یوں ہے کہ انسان کی **سعادت** کے درجے اور مرتبے بہت ہیں۔ اور اُسکی دلسوزی اور سرگرمی کے موافق اُسکے حین حیات میں رفتہ رفتہ **علمی و عملی فضیلتیں** حاصل ہوتی ہیں۔ یہانتک کہ اعلیٰ درجہ تک پہنچتا اور **سعادت تامہ** حاصل کرلیتا ہے اور جب یہہ خاکی پتلا اپنی **ذاتی خاصیت** کے سبب سے خاک برابر ہوجاتا ہے۔ تب وہ ابدی فضایل جو ابدی اور **غیر فانی روح** کے نتایج ہیں اور اپنی اصلی خاصیت کے باعث زایل اور برباد نہیں ہوتے بلکہ ابدالاباد تک لازوال روح کے ساتھہ قایم رہتے ہیں۔

(باقی دوسرے نمبر میں)

فٹ نوٹ

یہہ مضمون جسم خدا تعالیٰ توفیق دے تو دو صور توں میں لکھنا چاہتے ہیں۔ ایک تو یہی طرز جو فلسفیانہ رنگ رکھتا ہے۔ اور دوسرا طریق اس مضمون کے لکھنے میں ہم وہ رکھنا چاہتے ہیں جو **صوفی ازم** کا معراج قرار دیا جاتا ہے۔ بظاہر یہہ بڑے دعوے قرار دئیے جا سکتے ہیں۔ اور **فی الحقیقت** ہم اپنے اندر وہ **تاب و طاقت** نہیں پاتے کہ ایسے بار عظیم کے اُٹھانے کا حوصلہ کریں۔ مگر تاہم اللہ تعالےٰ کے فضل پر بھروسہ کرکے اسکو شروع کیا ہے اور اُسی سے اُمید ہے کہ وہی ختم کرادیگا۔ ع آغاز کردہ ام تا رسانی باتمام۔

ہم اپنے **فرزانہ مزاج** اور روشن رائے ناظرین کو بھی توجہہ دلانا چاہتے ہیں کہ وہ بھی اس مضمون پر **قلم** اُٹھائیں۔ اور اپنے نادر اور گرانقدر **خیالات** کو ظاہر کریں۔ ہماری آرزو پوری ہوگی اگر ہم اپنے اس مضمون پر بطور **ریویو** بعض تحریریں حاصل کرنے کے قابل ہوسکینگے!!!

(یعقوب علی ایڈیٹر)

مختصر نوٹ اور خبریں

۱۰ جنوری کا **الحکم** جس کاغذ پر شایع کیا گیا ہے اُسکے متعلق ہم ناظرین کو اطلاع دے چکے ہیں کہ جو اس کاغذ پر اخبار لینا پسند نہیں کرتے۔ بلکہ معمولی سفید کاغذ پر اخبار کی خریداری پسند کرتے ہیں وہ ہم کو اطلاع دیدیں تا کہ اُن کے لئے اُسی معمولی کاغذ پر چھاپنے کا انتظام کیا جاوے۔ ہم ایسے خطوط کا آخیر جنوری تک انتظار کرینگے۔ اُسکے بعد شروع فروری سے مجوزہ کاغذ پر اخبار شایع ہوا کریگا۔ جو صاحب اس کاغذ کو پسند کرتے ہوں۔ اُنکو لازم ہے کہ وہ ہم کو اپنی رائے سے اطلاع بخشیں۔

عباد الرحمٰن

نمبر (ثالث) ۳

(سلسلہ کے لئے دیکھو الحکم مورخہ [illegible])

پچھلے دو نمبروں میں ہم نے عباد الرحمٰن کی دو صفتوں پر بحث کی ہے اور آج اُسی سلسلہ میں ہم تیسری صفت پر بحث کرتے ہیں۔

عباد الرحمٰن کی تیسری صفت | والذین یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم ان عذابھا کان غراما انھا ساءت مستقرا ومقاما۔

(پھر عباد الرحمٰن کی ایک یہ بھی صفت ہے) کہ اُنکی دعا یہ ہے کہ اے ہمارے رب! ہم سے دوزخ کا عذاب دور کردے! اُسکا عذاب تو دائمی ہلاکت ہے۔ وہ دوزخ تو بڑی تکلیف کی جگہ اور برا مقام ہے۔

اس آیت کو پہلی آیتوں (جو سجدہ اور قیام کا ذکر ہے اور پہلی تفسیر فرمائی ہے) سے کیا تعلق ہے؟ قرآن کریم کے اس رکوع پر گذرنے والا ممکن ہے یہ کہے کہ عباد الرحمٰن کی صفات کا تو بیان شروع کیا تھا اور ان اخلاق فاضلہ کا سلسلہ چھیڑا تھا جو ایک کامل انسان میں ہونے چاہییں۔ لیکن ضمنا اس دعا کا ذکر کیوں کر دیا؟ جبکہ آگے ہم دیکھتے ہیں کہ پھر وہی سلسلہ اُن اخلاق فاضلہ کے اظہار کا چلتا ہے جیسے والذین اذا انفقوا الآیہ۔ اگر غور اور سلامت روی سے نظر کیا جاوے تو اس آیت کا پہلی آیت سے ایسا لطیف تعلق معلوم ہوگا کہ اس کے سوا اور کوئی آیت یہاں موزون ہی نہ ہوتی۔ چونکہ اللہ تعالیٰ کا کلام ایک منظم اور مرتب کلام ہے اور اپنی تفسیر اپنے اندر رکھتا ہے اس لئے اوپر والی آیت ہی میں اس آیت کی تفسیر موجود ہے والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما یعنے عباد الرحمٰن اپنے رب کے حضور سجدے اور قیام ہی میں راتیں گذار دیتے ہیں۔ اب رب کے حضور وہ کیونکر بسر کرتے ہیں اُس کا جواب اس آیت میں موجود ہے۔ یعنے سجدے اور قیام محض نشست و برخاست کے طور پر نہیں کیا کرتے بلکہ اُن سجود و قیام میں نکلے پر سوز دل سے یہ دعا نکلتی ہے کہ اے رب ہمارے ہم سے جہنم کے عذاب کو دور کر دے جو ایک دائمی ہلاکت ہے اور جو بری جگہ اور مصیبت کا گھر ہے۔

سجود و قیام میں دعا کرو | اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کا مغز اور روح چونکہ دعا ہی ہے اس لئے سجدہ اور قیام اور قعدہ غرض ہر رکن میں دعا کرنی چاہیے۔

سورہ فاتحہ پر نظر | اس کے علاوہ ہم ایک اور بات بھی اس موقع پر اسی آیت کے تعلق پر کہنا چاہتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ **ام الکتاب** یعنے سورہ فاتحہ کا نقشہ قرآن کریم کے ہر ایک مقام پر موجود ہے اگر سورہ فاتحہ کی ترتیب واضح طور پر ذہن نشین ہو جائے تو قرآن کریم کے اکثر مقامات پر جو ترتیب طبعی کے مشکلات پیدا ہوتے ہیں۔ ہماری رائے میں اُنکا حل بخوبی ہو جاتا ہے۔ اس لئے اس مقام کی صراحت مزید کے لئے ہم اپنے ناظرین کو سورہ فاتحہ کی ترتیب کی طرف لے جاتے ہیں۔

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین۔ ایاک نعبد وایاک نستعین

اس خیال سے کہ یہ امر خوب طور پر سمجھ میں آجائے ہم نے ہندسوں کے نشان دیئے ہیں **ایاک نعبد** جہاں سے عبادت کی بنا پڑتی ہے اور دعا چونکہ بجائے خود ایک عبادت ہے (اس سے کوئی نادان یہ نہ سمجھ لے کہ عبادت کا ذکر کیا ہے نہ دعا کا دعا ضمنا شامل ہے) وہ الحمد للہ کے بالمقابل پڑا ہوا ہے۔ اور **استعانت** کا سلسلہ یا ہم اسکی توضیح کرکے یوں کہہ سکتے ہیں کہ **دعا** کا سلسلہ علی الخصوص اللہ تعالیٰ کی صفت رب العالمین کے محاذ پڑا ہوا ہے اور یہ ایک باریک بحث ہے کہ **عبادت۔ استعانت۔ ہدایت** کے تعلقات باہمی کیا ہیں؟ جو اس مضمون میں ہم بیان نہیں کر سکتے۔

بہر حال اس ترتیب میں جو ایک طبعی اور فطرتی نظام اپنے اندر رکھتی ہے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ **ایاک نستعین** یعنے استعانت کا دریا رب العلمین کے منبع اور چشمہ سے نکلتا ہے۔

پس اب اس مقام پر ذرہ تدبر سے نگاہ کرو تو معلوم ہوگا کہ اس آیت کو پہلی آیت سے کیسا لطیف تعلق ہے۔

نکتہ | یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے لائق ہے کہ قرآن کریم کے مختلف مقامات پر جہاں جہاں دعا کی تعلیم ہوئی ہے اور اللہ تعالےٰ سے کوئی دعا مانگی گئی ہے وہ علی العموم **ربنا** ہی کہکر مانگی گئی ہے جیسے ربنا لاتزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا۔ ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا وغیرہ۔

اس میں یہی راز معلوم دیتا ہے کہ دعا استعانت ہے اور استعانت کا سلسلہ رب العالمین سے شروع ہوتا ہے۔ اس لئے جب تک ربوبیت تامہ کا پرتو نہ ہو اعانت کہاں سے لے سکتا ہے۔

ہم پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کرکے کہتے ہیں کہ سورہ فاتحہ میں جیسا کہ رب العالمین کے بالمقابل ایاک نستعین پڑا ہوا ہے۔ اس مقام پر بھی اُسی ترتیب سے کام لیا گیا ہے۔ ایاک نعبد کے بالمقابل اس مقام پر والذین یبیتون لربھم سجدا وقیاما موجود ہے اور ایاک نستعین کے بجائے یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم وارد ہے۔ ہم بہ تغیر الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ آفتاب وہی ہے مگر مطلع اور ہے شمس تو وہی ہے مگر فانوس دوسرا ہے۔

والذین یبیتون لربھم میں تو جہاد بالنفس کی تعلیم فرمائی ہے۔ کیونکہ قانون قدرت یہی ہے کہ اگر کسی قوت کو بیکار چھوڑ دینگے تو وہ زایل ہو جاتی ہے۔ اس لئے عبادت الٰہی کے لئے اپنے اندر ایک مستعدی پیدا کرنی چاہیے۔ جو عباد الرحمٰن میں ہوتی ہے۔ لیکن چونکہ انسان تکمیل اور تبلیغ اور سچی تربیت کا محتاج ہے اور اسمیں استعانت تعاون کی روح خود کام کر رہی ہے کہ ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ کے بغیر کوئی کام نہیں کرسکتا پس جیسے خود اسکی آرگنیزیشن (بناوٹ) اسی استعانت کی طرف توجہ دلاتی ہے اس لئے وہ یہی استعانت رب العالمین ہی سے طلب کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی یہی ایک صفت ہر ایک فعل کو کامل کرتی ہے۔ پس وہ یبیتون لربھم کے فعل میں بدرجہ کمال تب ہی پہونچ سکتا ہے جب کہ یقولون ربنا اصرف عنا عذاب جھنم اسکے اندر سے بطور افواہ نہیں بلکہ ایک اخلاص اور جوش کے رنگ سے

دل ہمیگوید کہ من تنگ آمدم فریاد کن

کا مصداق ہو کر نکلے۔

اس امر کا اظہار بھی اچھا ہوگا۔ نامناسب نہ ہوگا کہ چونکہ عباد الرحمن پر جب اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کا کامل پرتو پڑتا ہے تو اسکو ایک نور مکالمہ الہیہ کا ملتا ہے اور رب کی صفت کے تحت میں رحمان کی صفت کام کرتی ہے۔ لہذا اس نور اور کلام پاک کے حاصل کرنے کے لئے استعانت رب العالمین ہی سے ہونی چاہیئے۔

اس دعا میں کیا راز ہے؟

جب یہ تعلق بخوبی سمجھ میں آگیا تو اسکے بعد دوسرا خیال جو انسان کے دل میں گذر سکتا ہے وہ یہ ہے کہ عذاب جہنم سے بچنے کے لئے دعا کیگئی ہے۔ کوئی اور دعا جو دنیوی آسایش یا دینی معارف سے واقفیت تامہ کے لئے ہو کیوں نہ کی جاتی؟

ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ معرفت الہی کا یہ ایک باریک راز ہے۔ جبتک انسان میں پوری عبودیت اور تذلل پیدا نہ ہو وہ مورد انعامات الہیہ نہیں ہوسکتا۔ اس امر کو ہم نے "قرآن کریم پر لطیف نوٹ" والے مضمون میں بھی اور اسی مضمون کے ابتدا میں بھی مختصراً بیان کیا ہے کہ جیسے ایک بیج کو نشو و نما پانے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے وہ بخاک پیوست ہو کر اسی کا رنگ و روپ دھارن کرے۔ اسیطرح پر کسی انسان کو بازور ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ کامل عبودیت جو ایک قسم کی نیستی ہے اپنے اندر پیدا کرے تاکہ ربوبیت تامہ کا پرتوہ پڑکر اسکو سرسبز کردے۔ کیونکہ ربوبیت اپنی ذات میں اپنے فیضان کے لئے عدم محض یا مشابہ بالعدم کو چاہتی ہے۔

پس عبد الرحمن بھی چونکہ اپنے مقام پر پہونچکر ایک خاص نور حاصل کرتا ہے اس لئے جب تک کہ وہ خدا تعالیٰ کی راہ میں کھویا نہ جاوے اس مرتبہ کو حاصل نہیں کرسکتا۔ اور اس عبودیت تامہ کا یہ تقاضا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی غناء ذاتی سے ہر آن لرزاں و ترساں رہے۔ ان ساری باتوں کے علاوہ یہ دعا انسان کی تمام خواہشوں اور آرزوؤں کی جامع بھی ہے۔ کیونکہ یہ بات ہم نے کئی بار لکھی ہے اور یہ ایک فیکٹ ہے کہ بہشتی یا جہنمی زندگی اسی دنیا سے شروع ہو جاتی ہے۔

پس عذاب جہنم سے بچنے کی دعا کرنے کے یہ معنے ہیں کہ ہر ایک قسم کی بدی اور بدروی سے محفوظ رکھے کیونکہ ہر ایک قسم کی تکلیف اور مصیبت عذاب جہنم کا ایک شعبہ ہے۔ اس دعا میں تمام اخلاق فاضلہ کے لئے دعا ہے کیونکہ غصہ۔ غضب۔ کینہ۔ ریا۔ کذب۔ شہوت۔ بخل۔ بغض وغیرہ جو بد اخلاق رذیلہ ہیں وہ سب کی سب ایک قسم کی آگ جو آتش جہنم کا نمونہ ہوتی ہے انسانی دل پر جو مرکز قویٰ ہے بھڑکاتے ہیں اور انسان کی راحت بھسم ہو کر تکلیف ہی تکلیف رہ جاتی ہے لہذا اس دعا میں بظاہر عذاب جہنم سے بچنے کے لئے دعا ہے۔ لیکن جہنم کے لفظ کی تہ میں وہ تمام اسباب اور امراض موجود ہیں جو جہنم کو پیدا کر دیتے ہیں۔ ہر ایک دکھ اور مصیبت اپنے اسباب کا نتیجہ ہوتا ہی اور جہنم بھی ایک نتیجہ ہے افعال بد کا۔

اب اس دعا کا مضمون ایک سلیم الفطرت انسان خوب سمجھ سکتا ہے کہ اسکے صاف معنے یہی ہیں کہ اے رب العالمین ہمکو تمام ہجوم افکار سے جو جہنم کا نمونہ ہیں اور تمام بد افعالیوں اور بری کرتوتوں سے جو جہنم کا باعث ہیں نجات دے بچنے کی سمجھ عطا فرما۔ یا یہ کہو کہ اعمال حسنہ اور افعال صالحہ کی توفیق عطا کر۔ (اللہ تعالیٰ ہمکو اور ہمارے پڑھنے والوں کو یہ توفیق عطا کرے اور سچا سکھ نصیب کرے۔ آمین)

اسکے بعد اس عذاب جہنم کی فلاسفی شروع ہوتی ہے۔ یعنے ان اسباب کو بیان کیا ہے جو ایک طرف جہنم اور دوسری طرف جنت پیدا کرتے ہیں جسکو ہم انشاء اللہ اگلے نمبر میں بیان کرینگے۔

(باقی چوتھے نمبر میں)

مولوی عبد اللہ ٹونکی پروفیسر اورینٹل کالج لاہور و پریزیڈنٹ انجمن حمایت اسلام لاہور و سکریٹری انجمن مستشار العلما اور مولوی غلام محمد صاحب بگوی نے نہایت دور اندیشی اور انصاف سے کام لیکر آخر یہ لکھدیا کہ جو استفتاء در بارہ **منکر مہدی** ہم نے دیا ہے اس جواب دینے میں کسی قسم کا دھوکہ اور فریب نہیں کھایا ہے اور میرے نزدیک اسوقت بھی استفتائے مذکورہ کا یہی جواب ہے الی آخرہ۔ ایسا ہی مولوی غلام محمد صاحب بگوی امام مسجد شاہی لاہور نے صاف لکھدیا ہی کہ اسمیں کسی شخص کا کسی قسم کا دھوکہ نہیں۔ اب غزنوی عبد الحق جو اہل فتویٰ دیتا ہے پھر اسے دھوکہ بتلاتا ہے ذرہ غور کرے اور ان مولویصاحبان سے پوچھے کہ وہ کیا کہتے ہیں۔

کامیابی

ہم نہایت خوشی سے ظاہر کرتے ہیں کہ ہمارے عنایت فرما مولوی محمد علی صاحب ایم اے پروفیسر اورینٹل کالج لاہور امتحان ایل ایل بی میں کامیاب ہوئے۔

طرابلس الغرب کے عربی اخبار **الترقی** نے صنعت و حرفت کی تعلیم کی جو ضرورت اپنے ملک میں محسوس کی ہے۔ اُسے اُس نے مندرجہ ذیل الفاظ میں ظاہر کیا ہے۔

" چونکہ یہاں کے مدارس رشدیہ میں (یہ مدارس یہاں کے مڈل اور ہائی مدارس کے متشابہ ہیں) دیگر مضامین علمی کے علاوہ صرف ریاضی سکہائی جاتی تہی۔ صناعیہ اور زراعیہ تعلیم کا کوئی انتظام نہ تہا۔ غرباء اپنی اولاد کو ان مدارس میں تعلیم نہیں دلاسکتے تہے۔ کیونکہ وہ اگر اپنی اولاد کو چہوٹی عمر میں اپنی اپنی حرفت جن پر اُن کی معاش منحصر ہے نہ سکہائیں تو پہر بڑے ہو کر نہیں سیکہہ سکتے۔ اسلئے اُن کو مدارس میں نہیں بہیج سکتے تہے۔ اور یہہ ظاہر ہے کہ ہر جگہہ غربا کی تعداد زیادہ ہوتی ہے۔ اسطرح گروہ کثیر تربیت و علوم سے محروم رہتا تہا۔ جو امر پستی و ذلت کا سب سے بڑا باعث ہے۔ یہہ حال ہمارے ملک کے لئے سخت بدقسمتی تہی۔ مہذب ممالک میں کوئی ملک ایسا نہیں جہاں یہہ حالت ہو۔ اور جس میں غرباء کے بیٹوں کے لئے اُن کے حسب حال کتابی و علمی تعلیم کے ساتہہ ہی صنعت و زراعت سکہانے والے مدارس نہوں۔ پس ہمارے گورنر جنرل نے غرباء کے حال پر رحم کہا کر مکتب صنایع کے جاری کرنے پر کمر باندہ لی۔ تاکہ وہ علوم متداولہ سے بہی بہرہ یاب ہوں اور ساتہہ ہی اپنی دستکاریوں میں بہی علمی اصول کے مطابق مہارت پیدا کرسکیں۔ جنہیں اُن کو پہلے صرف اُسی قدر مہارت ہوتی تہی جو محض طبیعت اور فطرت کی راہ نمائی سے پیدا ہو سکتی ہے۔"

ہم یہہ خواہش ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ لاریب اسوقت قومی اور ملکی افلاس کے اسباب میں ایک سبب عظیم صنعتی امور اور اشغال سے کمال بے رغبتی اور عدم توجگی ہے جس کی مسلمانوں کو علی الخصوص ضرورت ہے۔ جہاں ہم مسلمانوں کی تعلیم کی [illegible] کو اس ضروری امر کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت سمجہتے ہیں ہم ایک سچی دلسوزی اور ہمدردی سے اپنے مدرسہ **تعلیم الاسلام** کی مجلس منتظمہ کو خاص طور پر متوجہ کرتے ہیں کہ وہ اس امر پر غور کرے کہ مدرسہ میں صنعتی تعلیم کی کسقدر ضرورت ہے۔

ہم اس معاملہ پر زیادہ وضاحت سے بحث کرنے کو طیار ہونگے۔ اگر ہماری واجب الاحترام کمیٹی میں اس سوال پر غور شروع ہوئی جس کی ہم امید کرتے ہیں

ہمارے ناظرین کو شاید اس امر کی اطلاع نہو کہ فاتح سوڈان سردار کچنر نے خرطوم میں ایک عظیم الشان کالج قایم کرنے کا ارادہ کیا ہے جسکے لئے چندہ کیا گیا۔ اور صاحب موصوف کو پوری کامیابی ہوئی۔ یہہ تو ایک ظاہر امر ہے کہ اُس کالج کے اجراء سے کیا منشاء ہو سکتا ہے۔ اور اُسکے پروفیسر اور مدرس کون لوگ ہونگے۔ اسکا جواب ہم دو لفظوں میں دینا چاہتے ہیں۔ عیسائیت اور عیسائی۔ اسپر لیورپول کے نو مسلموں نے ایک عام جلسہ کرکے ریزولیوشن پاس کیا ہے کہ خرطوم کے مجوزہ کالج میں مسلمان مدرس اور پروفیسر مقرر کئے جائیں۔ اگر عیسائی مدرس رکہے گئے تو سوڈانیوں کو اپنے لڑکے اُس میں بہیجنے سے بہت کچہہ تامل ہوگا۔ مصر۔ ٹرکی۔ ہندوستان۔ اور خود انگلستان میں مسلمان تعلیمیافتگان بکثرت موجود ہیں۔ اور اُن میں سے حسب منشاء انتخاب کیا جاسکتا ہے۔ اس ریزولیوشن کی ایک نقل سردار کچنر مجوزہ کالج کے پاس بہیجی گئی ہے

حبل المتین کا نامہ نگار بہی ہمارے اس بیان کی تصدیق کرتا ہے کہ قسطنطنیہ میں اس انگریزی کالج کی تجویز سے بہت بے چینی اور تردد پیدا ہو رہا ہے اور وہاں کے اکثر عالی ہمت مسلمان سوڈانی مسلمانوں کو مسیحانہ یا غیر مذہبی تعلیم کے بد اثروں سے محفوظ رکہنے کے لئے خرطوم میں ایک اسلامی مدرسہ قایم کرنیکی تجویز کر رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اہالی جرمنی کا بہی وہاں ایک جرمن مدرسہ قایم کرنیکا منشاء ہے۔

مقبوضات بعیدہ کی کثرت اور بحری اقتدار کے لحاظ سے سولہویں و سترہویں صدی عیسوی میں ہسپانیہ کو دیگر دول پر وہی امتیاز حاصل تہا جو آجکل انگلستان کو حاصل ہے۔ رفتہ رفتہ اُسکا اقتدار اور مقبوضات کم ہونے شروع ہو گئے۔ حتٰی کہ امریکہ سے شکست کہانے کے بعد اُنیسویں صدی کے اخیر میں ہسپانیہ کے پاس اب کوئی بعیدی مقبوضہ یا نوآبادی نہیں رہگئی۔ الہ آباد کا پئینیر سرکاری انگریزی اخبار اس تنزل کے اسباب کو بالوضاحت بیان کرکے تحریر کرتا ہے کہ ہسپانیہ کے عروج و تنزل کی تاریخ بزبان حال انگلستان کو مندرجہ ذیل نصیحتیں کرتی ہے

" اگر تم چاہتے ہو کہ تمہاری سلطنت قایم رہے تو اپنی بحری طاقت کو کم نہونے دینا۔ پادریوں کو اُن کے کوتوں کی خواہ کیسی ہی تراش ہو اپنی حکومت میں ہرگز دخل نہ دینے دو۔ نسلوں کے اختلاط و تناسل (یعنے بالخصوص انگریز مردوں کی محکوم اقوام کی عورتوں سے شادی) کو روکتے رہو۔ اور بالآخر اسے کبہی فراموش نکرو کہ فی الحقیقت انگلستان کے صناع انگریز تاجر اور انگریز انجنیر ہی انگریزی عظمت کے بڑے عنصر ہیں

ان کے علاوہ ہسپانیہ کی افتاد سے ایک اور سبق حاصل ہو رہا ہے۔ جو ہم انگریزوں کے لئے یہاں ہندوستان میں باقی کل سبقوں سے زیادہ قیمتی ہے ہسپانیہ اپنی محکوم رعایا کے ساتہہ علی العموم نامنصفانہ برتاؤ کرتی تہی۔ وہ اُن کی گویا سوتیلی ماں تہی۔ اور بالخصوص ایسے مقدمات میں جو غالب اور مغلوب قوم کے افراد کے درمیان ہوں۔ اُس سے انصاف کی قطعاً توقع نہیں ہوتی تہی۔ پس پولیٹیکل حقوق سے قطع نظر کرکے جو ماتحت اقوام کو فاتح قوم کے برابر فی الفور عطا کر دینے ہرگز مناسب نہیں یہہ صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ جو سلطنت ہسپانیہ کیطرح برباد ہونا نہیں چاہتی۔ اُسے انصاف کے معاملہ میں بلا خوف و خطر کسی شخص کی خواہ وہ کسی قوم میں سے ہو۔ طرفداری نکرنا قطعاً لازمی ہے اور اُسپر فرض ہے کہ اگر وہ اپنے وجود کا قیام چاہتی ہے تو اپنی منصف مزاجی کے دعوے میں صادق بننے کی کوشش کرتی رہے۔ فی زماننا فوجی طاقت کے استحکام و اضافہ کے متعلق بڑی لمبی چوڑی تجویزیں کی جارہی ہیں۔ لیکن اسے کبہی فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ ہندوستان میں ہماری حکومت کے حقیقی استحکام کا دار و مدار بالآخر خالص و مشفقانہ ملکی انتظام پر ہی منحصر ہے۔"

ہم امید کرتے ہیں کہ پاؤنیر کی یہہ قابل قدر نصیحت اُن انگریز حکام پر جن کے ہاتہہ میں ملک کی نظامی اور جوڈیشل صیغوں کی عنان ہے۔ پورا پورا اثر کرنے سے خالی نہیں رہیگی۔

سمرنا کے صنعتی مدرسہ کے پرنسپل سعادتلو احمد مک کفندی نے بالعالی سے قصبہ کوکاریہ لی سے براہ اورلہ چشمہ اور سفری حصار تک دخانی یا کہربائی طاقت سے چلنے والی ٹرموے بنانیکا اجارہ طلب کی درخواست کی ہے۔ اور لکہا ہے کہ سرکاری

میرے کا سرمہ

مصدقہ جناب اسسٹنٹ کیمیکل اگزمینر صاحب بہادر گورنمنٹ پنجاب

معزز انگریزوں ۔ میڈیکل کالج کے پروفیسروں ۔ نامور ڈاکٹروں ۔ والیان ریاست ۔ اور ولایت کی یونیورسٹی کے سندیافتہ یوروپین ڈاکٹروں نے بعد تجربہ اس سرمہ کی تصدیق فرمائی ہے ۔ کہ یہ سرمہ امراض ذیل کے لئے اکسیر ہے ۔ ضعف بصارت ۔ تاریکی چشم ۔ دھند ۔ جالا ۔ پڑوال ۔ غبار ۔ پھولا ۔ سبل ۔ سرخی ۔ ابتدائی موتیا بند ۔ ناخنہ ۔ پانی جانا ۔ خارش وغیرہ معزز ڈاکٹر اور حکیم بجائے اور ادویہ کے آنکھوں کے مریضوں پر اب اس سرمہ کا استعمال کرتے ہیں ۔ چند روز کے استعمال سے بینائی بہت بڑھ جاتی ہے اور عینک کی بھی حاجت نہیں رہتی ۔ بچہ سے لیکر بوڑھے تک کو یہ سرمہ یکساں مفید ہے ۔ قیمت اس لئے کم رکھی ہے کہ عام و خاص اس سرمہ سے فائدہ اٹھا سکیں ۔ قیمت فی تولہ جو سال بھر کے لئے کافی ہے بلغ دو روپیہ ۔ میرے کا سفید سرمہ اعلیٰ قسم کافی تولہ ے، خالص ممیرہ فی ماشہ عدہ ۲ روپیہ ۔ مصری سرمہ فی تولہ ۱۲ محصول ڈاک بذمہ خریدار ۔ درخواست کے وقت اخبار کا حوالہ ضرور دیں ۔ نقلی و جعلی میرے کے سرمہ کے اشتہاروں سے بچنا چاہیے ۔

المشتھر پروفیسر میا سنگھ اہلووالیہ مقام بٹالہ ضلع گورداسپور

ان سے بڑھ کر اور کیا معتبر شہادت ہو سکتی ہے

۱ ۔ میں بڑی خوشی سے تصدیق کرتا ہوں کہ میرے کا سرمہ جو سردار میا سنگھ صاحب اہلووالیہ نے ایجاد کیا ہے بڑی بیش قیمت اور مفید دوا ہے ۔ بالخصوص مفصلہ ذیل امراض کے لئے تو بمنزلہ اکسیر ہے ۔ آنکھوں سے پانی جانا ۔ دھند ۔ سوزش ہر قسم جسکو عموماً آنکھ کا آنا کہتے ہیں ۔ جلن ۔ کمزوری نظر ۔ ناخونہ و عبا ندر کی جھلی کا زخم اور اس سے پیپ کا گرنا ۔ چونکہ اس سرمہ میں کوئی مضر کیمیائی شے نہیں ہے اس لئے ہر کسی کے لئے اس کا استعمال مفید ہے ۔ مفصلات میں جہاں لائق ڈاکٹر کا ملنا مشکل ہے وہاں ایسی مفید دوا کو ضرور پاس رکھنا چاہیے اس لئے میں بلاشک و شبہ شہادت دیتا ہوں کہ مذکورہ بالا امراض کے لئے میرے کا سرمہ ضرور ہی مفید ہے ۔
راقم ڈاکٹر ڈی ایم سالگلے صاحب بہادر ۔ ایم بی ایم ایس سندیافتہ یونیورسٹی ایڈنبرگ (انگلینڈ) امرتسر

۲ ۔ میں بڑی خوشی سے میرے کے سرمہ کے فائدہ بخش اثر کی نسبت شہادت دیتا ہوں کہ سردار میا سنگھ صاحب اہلووالیہ نے طیار کیا ہے میں نے اس کا تجربہ اپنے ایک زیر علاج مساۃ اتم دیوی بعمر ۴۵ سال سکنہ لاہور پر کیا ہے ۔ مریضہ مذکورہ کی آنکھوں کی پلکوں میں خورد خورد دانے نکلے ہوئے اور پڑوال پڑے ہوئے تھے ۔ آنکھیں عرصہ سے سرخ اور دکھتی ہوئی تھیں انہیں سے کثرت سے مواد نکلتا تھا ۔ اسکی بینائی میں اسقدر فرق آگیا تھا کہ سوئی میں دھاگہ ہی نہیں پرو سکتی تھی ۔ اور ان اشیا کو جو اس سے تین گز کے فاصلہ پر رکھی جاتی تھیں صفائی سے دیکھ نہیں سکتی تھی ۔ مریضہ مذکورہ نے تین روز تک سرمہ کا استعمال کیا جس کا یہ نتیجہ ہوا کہ اس نے امراض مذکورہ سے کلی صحت پائی ۔ راقم خان بہادر ڈاکٹر محمد حسین خاں ایل ایم ایس اسسٹنٹ سرجن پنشنر و آنریری مجسٹریٹ لاہور ۔ سابق پروفیسر میڈیکل کالج لاہور ۔

۳ ۔ جناب میا سنگھ صاحب تسلیم بصد تعظیم ۔ شاید آنجناب کو یاد ہوگا کہ بندہ نے آپ سے میرے کا سفید سرمہ منگوایا تھا جس نے جادو کا اثر دکھلایا ۔ یعنے ایک دوکاندار مسمی دو لامل کی آنکھوں میں پھولا پڑ گیا تھا اور بسبب پتلی پر پھولا ہونے کے نظر قطعاً بند ہو گئی تھی ۔ لیکن قریب دس روز کے استعمال سے پھولا روپوش ہو گیا اور پتلی صاف و شفاف ہو کر نظر بدستور قائم ہو گئی اور مریض دعا گو ہے ۔ بندہ بھی بصد شکر گذاری جوش طبیعت کو ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے جو آپ نے ایسی نادر دوا اس قدر قلیل قیمت پر لگا کر خاص و عام خلق خدا پر بہت احسان بہمہ ثواب کا کام کیا ہے لہذا بندہ بخدمت ہر خاص و عام بلاتعلق تاکید کرتا ہے کہ بروقت مبتلا ہونے مرض چشم خواہ کسی قسم کا مرض ہو اس اکسیر بلکہ حیات چشم میرے کے سرمہ کے استعمال کرنے کا موقعہ ہرگز ہاتھ سے نہ دیں ۔ لہذا ملتمس ہوں کہ دو تولہ میرے کا سرمہ بذریعہ قیمت طلب پارسل عنایت فرماویں ۔ راقم ڈاکٹر نرائن سنگھ ہاسپٹل اسسٹنٹ کوٹ گڈھ ۔ ڈسپنسری شملہ

۴ ۔ جناب من میری آنکھ میں ایک مرض ہے جس کا علاج حکما اور ڈاکٹران لاہور مثل ڈاکٹر پیری صاحب اور کیلپ وغیرہ نے کیا کچھ فائدہ نہ ہوا ۔ آپ کے سرمہ سے تخفیف ہوئی ۔ اب صرف دھند اور کم طاقتی ہماری چشم میں ہے ۔ ایک تولہ سفید سرمہ بذریعہ قیمت طلب پارسل بھیجدیں ۔
دستخط سردار صالح محمد خان درانی شہزادہ کابل خلف الرشید جناب امیر فیض محمد خان صاحب مرحوم والی ملک ترکستان ۔
۶ مارچ ۱۸۹۶ء

پانچ ہزار روپیہ کا انعام

اگر کوئی شخص میرے کے سرمہ کی سندات میں سے جو قریب بارہ ہزار کے ہیں ایک کو بھی فرضی ثابت کر دے اس کو مبلغ پانچ ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا ۔ جو لاہور کے الائنس بنک میں مارچ ۱۸۹۸ء کو جمع کیا گیا ہے ۔

شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر و پروپرائٹر کے لئے انوار احمدیہ پریس قادیان میں چھپا